WHERE TRUTH STAND ALONE

کربلا: حق کی اخری حد

حق تنہا، مگر شکستہ نہیں تھا

EP:11

10 محرم کی صبح اور
حر بن یزید ریاحی کی توبہ

منظر کا تصور کیجیے:

10 محرم الحرام 61 ہجری کا سورج طلوع ہو رہا ہے۔

صحرا کی ریت پر ہلکی سی سرخی پھیلی ہوئی ہے، لیکن آج کی ہوا میں ایک عجیب سی خاموشی اور سنگینی ہے۔ ایک طرف عمر بن سعد کا 22 ہزار سے زائد کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا مسلح لشکر ہے، جس کے گھوڑے ہنکار رہے ہیں اور نیزوں کی انیاں دھوپ میں چمک رہی ہیں۔

دوسری طرف، محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے نواسے کا ایک چھوٹا سا، پیاسا اور ننھا کاروان ہے جس میں صرف 172 افراد (32 گھڑ سوار اور 40 پیدل جوان) شامل ہیں۔

امام حسینؑ نے اپنے اس مختصر لشکر کو ترتیب دیا ہے؛
دائیں طرف حضرت زہیر بن قینؑ، بائیں طرف حضرت حبیب بن مظاہرؑ، اور مرکز میں پرچمِ حسینی اپنے ہاتھ میں لیے غازی حضرت عباسؑ کھڑے ہیں۔

جنگ شروع ہونے سے پہلے، امام حسینؑ نے اپنے نانا رسول اللہ ﷺ کا عمامہ مبارک سر پر سجایا، آپؐ کی عبا (چادر) اوڑھی اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان اس جگہ پہنچے جہاں دشمن ان کی آواز سن سکے۔ آپؑ کا مقصد یہ تھا کہ کل کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہمیں پتہ نہیں تھا کہ ہم کس پر تلوار اٹھا رہے ہیں۔ آپؑ نے بلند اور پر جلال آواز میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

"اے لوگو! جلدی نہ کرو، پہلے میری بات سن لو۔ اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھو اور اپنے ضمیر سے پوچھو، "کیا تمہارے لیے میرا قتل کرنا اور میری حرمت کو پامال کرنا حلال ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں؟ کیا سید الشہداء حضرت حمزہؓ اور جعفر طیارؓ میرے چچا نہیں ہیں؟" کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان نہیں سنا جو انہوں نے میرے اور میرے بھائی (حسنؑ) کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟"

(بحوالہ: تاریخِ طبری، جلد4، صفحہ 322 / البدایہ والنہایہ، ابنِ کثیر، جلد8، صفحہ 196)

سارے لشکر پر سکتہ طاری تھا، کسی کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ امامؑ نے پھر کوفہ کے ان سرداروں کا نام لے کر پکارا جنہوں نے خطوط لکھے تھے:

"اے شبث بن ربعی! اے حجار بن ابجر! کیا تم لوگوں نے مجھے خط لکھ کر یہاں نہیں بلایا تھا؟ انہوں نے شرمندگی اور خوف سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: نہیں، ہم نے کوئی خط نہیں لکھا تھا! امامؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! خدا کی قسم تم نے لکھے تھے، لیکن اب تم بدل چکے ہو۔"

امام حسینؑ کا یہ درد بھرا خطبہ، فرات کی بندش پر بچوں کی پیاس، اور آلِ رسولؐ کی مظلومیت یہ سب ایک شخص کے دل پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہا تھا۔

یہ کوئی اور نہیں، بلکہ وہی حر بن یزید ریاحی تھے جو امامؑ کو گھیر کر کربلا لائے تھے۔

حر کا گھوڑا اب عمر بن سعد کے لشکر میں کھڑا تھا، لیکن حر کا پورا جسم لرز رہا تھا اور ان پر کپکپی طاری تھی۔

ان کے قبیلے کے ایک سپاہی نے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا:
"حر! یہ تمہارا کیا حال ہے؟"
خدا کی قسم، میں نے کوفہ کی کسی جنگ میں تمہارا یہ حال نہیں دیکھا۔
اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ کوفہ کا سب سے بڑا بہادر کون ہے،
تو میں تمہارا نام لوں گا۔
تم کیوں کانپ رہے ہو؟
حر نے ایک ایسا جملہ کہا جو ان کے اندر کے انسان کی سچی گواہی تھا:

"خدا کی قسم! میں اس وقت اپنے آپ کو جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ اور خدا کی قسم، میں جنت کے مقابلے میں کسی چیز کو نہیں چنوں گا، چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا زندہ جلا دیا جائے!"

(بحوالہ: تاریخِ طبری، جلد 4، صفحہ 325 / الکامل فی التاریخ، ابنِ اثیر، جلد 4، صفحہ 64)

یہ کہہ کر حر نے اپنے گھوڑے کو ایک ہلکا سا ٹوکا دیا اور لشکرِ یزید کو چھوڑ کر کاروانِ حسینی کی طرف دوڑ پڑے۔ انہوں نے اپنی ڈھال کو الٹا کر دیا تھا (جو عرب میں امن اور پناہ مانگنے کی علامت تھی)۔

وہ روتے ہوئے، سر جھکائے، امام حسینؑ کے خیموں کے قریب پہنچے۔ گھوڑے سے اترے اور امامؑ کے قدموں میں گر گئے۔ ان کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہہ رہے تھے، انہوں نے تڑپ کر عرض کیا:

"یا ابنِ رسول اللہ! میں وہی بدبخت ہوں جس نے آپ کا راستہ روکا تھا، جس نے آپ کو مدینہ واپس نہیں جانے دیا اور اس تپتی زمین پر محصور کیا۔ خدا کی قسم، مجھے یہ گمان ہی نہیں تھا کہ یہ لوگ آپ کی ان شرطوں کو ٹھکرا کر آپ کو قتل کرنے پر اتر آئیں گے۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟"

امام حسینؑ نے جھک کر حر کو اپنے سینے سے لگالیا، ان کے چہرے سے خاک صاف کی اور وہ تاریخی جملہ فرمایا جو سچی بخشش کی علامت بن گیا:

"حر! اپنا سر اٹھاؤ۔ تم واقعی ویسے ہی حر (آزاد) ہو جیسے تمہاری ماں نے تمہارا نام "حر" رکھا تھا۔ تم دنیا میں بھی آزاد ہو اور ان شاءاللہ آخرت میں بھی آزاد رہو گے۔"

(بحوالہ: البدایہ والنہایہ، ابنِ کثیر، جلد 8، صفحہ 197)

حر بن یزید ریاحی اب حسینی لشکر کا حصہ بن چکے تھے۔ انہوں نے پلٹ کر یزیدی فوج کو للکارا اور ان کو شرم دلائی، لیکن شمر اور عمر بن سعد پر کوئی اثر نہ ہوا۔
عمر بن سعد نے دیکھا کہ اگر دیر کی تو مزید سپاہیوں کے ضمیر جاگ سکتے ہیں۔
چنانچہ، اس نے اپنا تیر کمان میں جوڑا، حسینی خیموں کی طرف پہلا تیر پھینکا اور چیخ کر بولا: گواہ رہنا! ابنِ زیاد کے سامنے سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے!

اس کے بعد یزیدی لشکر کی طرف سے ہزاروں تیروں کی بارش شروع ہو گئی، جو حسینی خیموں پر آ کر گرے۔
امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"اے میرے مخلص دوستو! کھڑے ہو جاؤ، یہ دشمن کے قاصد (تیر) تمہاری طرف آ رہے ہیں، اس موت کے لیے تیار ہو جاؤ جس سے کوئی مفر نہیں۔"

اور یوں، کربلا کی اس خونی جنگ کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔

آج کی نوجوان نسل حر بن یزید ریاحی کے اس کردار پر سوچے:

انسان سے زندگی میں کتنی ہی بڑی غلطی یا گناہ کیوں نہ ہو جائے، جب تک اس کی سانسیں چل رہی ہیں، توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

حر یزید کے لشکر کا ایک بڑا جرنیل تھا، عہدہ بھی تھا اور مال و دولت بھی، لیکن جیسے ہی اسے سچائی کا ادراک ہوا، اس نے سیکنڈوں میں اپنی پوری زندگی کا رخ بدل دیا۔ اس نے دنیا کی عارضی زندگی پر سچ کی موت کو ترجیح دی۔ حسینؑ نے سکھایا کہ کسی کا ماضی کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو، اگر وہ سچے دل سے حق کی طرف پلٹ آئے، تو حسینؑ اسے گلے سے لگا لیتے ہیں۔

اگلی قسط

اصحابِ حسینی کی لازوال شہادتیں۔ حبیب بن مظاہرؑ، زہیر بن قینؑ اور حر بن یزید ریاحی کا میدان میں بہادری سے لڑنا اور جامِ شہادت نوش کرنا۔ اور وہ وقت جب دوپہر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور پیاسے جانثار تلواروں کے سائے میں آخری نماز کیسے ادا کرتے ہیں؟